قرآنی سورتوں کی ترتیب
اور
اجتہادِ صحابہ

مولانا اشہد رفیق ندوی

قرآنی سورتوں کی ترتیب کے سلسلہ میں دو مختلف نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں، ایک خیال یہ ہے کہ مصاحف کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی یہ ترتیب مقرر فرمادی تھی۔ اسی ترتیب کے مطابق تلاوت اور نمازوں میں آپ قرأت فرمایا کرتے تھے، اس کے برعکس دوسرا نظریہ یہ ہے کہ موجودہ ترتیب حضرات صحابہ کرامؓ نے اپنے اجتہاد سے مقرر کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب انتقال ہوا، اس وقت قرآنِ مجید پوری طرح محفوظ تھا، آیات اور سورتیں مختلف اجزار پر لکھی ہوتی تھیں، لیکن یہ متفرق اجزا ابھی کتابی شکل میں مدون و مرتب نہیں ہوئے تھے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عہد خلافت میں مختلف خدشات کے پیش نظر پہلی بار انھیں کتابی شکل میں مرتب کرایا۔ لیکن حضرت عثمانؓ غنی کے دور خلافت میں اس تدوین کا دوبارہ جائزہ لیا گیا، اور صدیق اکبرؓ کے تیار کرائے ہوئے مصحف کی روشنی میں ایک نیا مستند نسخہ تیار کیا گیا۔ سورتوں کی موجودہ ترتیب بھی اسی وقت مقرر کی گئی۔★

ان دو مختلف نقطہ ہائے نظر میں سے اول الذکر کی وضاحت اس سے پہلے ایک مستقل مضمون میں کی گئی ہے، جس میں قرآن مجید، احادیث رسولؐ، آثار صحابہؓ اور اقوال سلف کی روشنی میں اس موقف کی تائید کی گئی ہے[1] پیش نظر مضمون میں ان دلائل کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے، جو ترتیب سور کے اجتہادی ہونے پر پیش کیے جاتے ہیں تاکہ اس کی وجہ سے جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، ان کا ازالہ ہو سکے، اور صحیح موقف واضح

طور پر لوگوں کے سامنے آسکے۔

یہ قول بہت زیادہ معروف ہے اور علوم قرآن کی تمام ہی متداول کتابوں میں اس کا ذکر ملتا ہے[۷] حتیٰ کہ علوم اسلامیہ پر جو تحقیقی دائرۃ المعارف (Encyclopaedias) تیار کیے گئے ہیں ان میں بھی اسی خیال کی ترجمانی کی گئی ہے[۸]۔ یہ قول اساطینِ امت کی ایک بڑی تعداد کی جانب منسوب ہے، جن میں حافظ ابن جریر طبریؒ (متوفی ۳۱۰ھ) قاضی عیاضؒ (متوفی ۵۴۴ھ) امام رازیؒ (متوفی ۶۰۶ھ) امام نوویؒ (متوفی ۶۷۶ھ) شیخ بدرالدین الزرکشیؒ (متوفی ۷۹۴ھ) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (متوفی ۸۵۲ھ) علامہ عینیؒ (متوفی ۸۵۵ھ) شاہ ولی اللہ دہلویؒ (متوفی ۱۱۷۶ھ) مولانا انور شاہ کشمیریؒ (متوفی ۱۳۵۲ھ) اور علامہ شبلی نعمانیؒ (متوفی ۱۹۱۴ء) کے اسماء گرامی خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے متعدد مواقع پر لکھا ہے کہ موجودہ ترتیب کے متعلق کوئی منصوص حکم نہیں پایا جاتا، سورتوں کی ترتیب کا حق صحابۂ کرامؓ کو تفویض کر دیا گیا تھا، انھوں نے اپنے اجتہاد سے یہ ترتیب مقرر کی ہے، اسی وجہ سے اس ترتیب کے مطابق تلاوت و قرآت بھی ضروری نہیں ہے[۱۴]۔

ان حضرات نے اپنے قول کے حق میں جو دلائل پیش کیے وہ چند روایات و آثار پر مبنی ہیں۔ ان میں سے پہلی دلیل حضرت حذیفہؓ کی ایک روایت ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

حضرت حذیفہؓ کی روایت

عن حذیفۃ قال: صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ فافتتح البقرۃ فقلت یرکع عند المائۃ ثم مضی، فقلت یصلی بہا فی رکعۃ فمضی فقلت یرکع بہا فمضی ثم افتتح النساء فقراھا ثم افتتح آل عمران فقراھا مترسلا[۱۵] الخ

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا آپ نے سورۂ بقرہ کی قرآت شروع کی، میں نے سوچا سو آیات پوری ہو جانے پر آپ رکوع فرمائیں گے لیکن آپ نے قرآت جاری رکھی، میں نے سوچا اب سورہ مکمل کر کے رکوع کریں گے، لیکن آپ نے (اسی رکعت میں) سورہ نساء شروع کر دی اور اسے پوری پڑھ ڈالا، اس کے بعد آل عمران شروع کی اسے بھی روانی کے ساتھ ختم کر دیا، الخ

اس روایت میں سورہ نساء کا ذکر سورہ آل عمران سے پہلے آیا ہے، جبکہ مصحف میں ترتیب اس کے برعکس ہے۔ اس میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موجودہ ترتیب کے مطابق قرآت نہیں فرمائی ہے، اس لیے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ عہد نبوی میں سورتوں کی کوئی ترتیب مقرر ہی نہ تھی، ہر شخص کو یہ آزادی حاصل تھی کہ وہ اپنی سہولت اور ضرورت کے مطابق جس ترتیب سے چاہے تلاوت کرے اور مصحف کو لکھے۔ علامہ شوکانیؒ صاحب نیل الاوطار نے اسی روایت سے یہ استدلال کیا ہے کہ نمازوں میں مصحف کی موجودہ ترتیب کے مطابق قرآت کرنا ضروری نہیں ہے۔[۱۶]

اس مضمون کی تنہا یہی ایک روایت ہے، ذخیرہ احادیث میں تلاش بسیار کے باوجود کوئی ایسی روایت نہ مل سکی جس سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہو، بلکہ اس کے برعکس خود حضرت حذیفہؓ سے مستدرک حاکم، سنن ابی داؤد[۱۷] اور شرح معانی الآثار[۱۸] میں الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ ایسی روایت موجود ہے جس میں ان سورتوں کی ترتیب مصحف کی موجودہ ترتیب کے بالکل مطابق ہے، مستدرک حاکم کے الفاظ یہ ہیں :-

عن حذيفة قال صليت	حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ
مع رسول الله صلى الله عليه	رمضان کی کسی رات میں میں نے رسول اللہ
وسلم من رمضان في حجرة	صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کمرہ
فقام فكبر..... ثم افتتح	میں نماز پڑھی، آپ کھڑے ہوئے پھر تکبیر کہی
البقرة فقلت يبلغ رأس المائة	...... اس کے بعد سورہ بقرہ کی قرآت
ثم قلت يبلغ رأس المائتين	شروع کی میں نے سوچا کہ شاید آپ سو آیات
قال ثم ختمها، ثم افتتح	تک پڑھیں، پھر سوچا شاید دو سو تک پڑھیں
ال عمران، فقرأها ثم	لیکن آپ نے یہ سورہ ختم کردی، اس کے
افتتح النساء فقرأها لايمر	بعد آل عمران شروع کی، اس کے بعد
باية التخويف الاوقف فتعوذ	سورۂ نساء پڑھی، اثناء قرآت میں جب
ثم ركع[۱۹] الخ	کوئی آیت تخویف آتی آپ اس پر ٹھہرتے
	تعوذ پڑھتے۔ الخ

حضرت حذیفہؓ کی مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں کئی باتیں قدر مشترک ہیں، (۱) دونوں

کے راوی ایک ہیں (۲) دونوں میں رات کی نماز کا ذکر ہے، (۳) دونوں میں آپ نے طویل قرآت فرمائی، (۴) قرآت بھی دونوں نمازوں میں آپؐ نے انہی سورتوں کی کی۔ اس لیے عین ممکن ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہو، جو متعدد طرق سے بیان ہوا ہے اور راوی کا مقصد محض ایک غیر معمولی واقعہ کی طرف توجہ دلانا ہے کہ آپ نے اتنی طویل قرآت فرمائی، سورتوں کی ترتیب کا بیان پیش نظر رہا ہی نہ ہو۔ اس لیے واقعہ کو بیان کرنے میں کبھی اس ترتیب کو ملحوظ رکھا اور کبھی نہ رکھا۔ کسی واقعہ کے بیان میں ترتیب کا جزوی فرق کوئی ناممکن بات نہیں ہے نیز یہ بات بھی بعید از امکان نہیں کہ حضرت حذیفہؓ نے ترتیب بالکل صحیح بیان کی ہو، لیکن بعد کے کسی راوی سے تسامح ہو گیا ہوگا۔ دونوں روایتوں کے ظاہری اختلاف کو رفع کرنے کے لیے ایک توجیہہ یہ بھی کی جا سکتی ہے کہ مندوب اور پسندیدہ طریقہ تو وہی ہے، جس پر آپ نے ہمیشہ عمل فرمایا، لیکن بیانِ جواز کے لیے آپ نے ترتیب بدل کر قرآت کی۔ جیسا کہ اور بھی بہت سے مسائل میں آپ نے کیا ہے۔

حضرت حذیفہؓ کے علاوہ حضرت عوف بن مالکؓ سے سنن ابی داؤد میں ایک مرفوع حدیث نقل ہوئی ہے، اس میں بھی سورۂ بقرہ کے معًا بعد سورہ آل عمران کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے مذکورہ بالا باتوں کو مزید تقویت پہونچتی ہے۔ روایت ہے۔

عن عوف بن مالك	حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ نے
الاشجعي قال قمت مع رسول	فرمایا کہ ایک رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
الله صلى الله عليه وسلم	وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا، آپ کھڑے
ليلة فقام، فقرأ سورة	ہوئے، پھر سورہ بقرہ پڑھی..... اس
البقرة.... ثم ركع بقدر قيام	کے بعد رکوع قیام کے مطابق کیا، پھر
ثم سجد بقدر قيامه.....	سجدہ بھی قیام کے مطابق کیا، بعد ازاں
ثم قام فقرأ بآل عمران	کھڑے ہوئے اور سورہ آل عمران کی قرآت
ثم قرأ سورة سورة[20]...الخ	کی، اس کے بعد ایک ایک سورہ آپ
	پڑھتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "إقرؤا الزهراوين البقرة وآل عمران" یعنی دو تر و تازہ سورتیں بقرہ و آل عمران کی قرآت (کثرت سے) کیا کرو۔" اس ارشاد گرامی سے

ذہن اس طرف جاتا ہے کہ دونوں سورتیں توأم ہیں، ان میں سے ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا، مضامین کے لحاظ سے بھی ان دونوں سورتوں کے درمیان نہایت گہری مناسبت پائی جاتی ہے۔ دورِ حاضر کے مشہور مفسرِ قرآن مولانا امین احسن اصلاحی اس کی تفصیل میں فرماتے ہیں:۔

- دونوں کا موضوع ایک ہی ہے یعنی رسالت کا اثبات، لوگوں پر عموماً اور اہل کتاب پر خصوصاً۔
- دونوں میں یکساں شرح و بسط کے ساتھ دین کی اصولی باتوں پر بحث ہوئی ہے۔
- دونوں شکلاً بھی ایک ہی تنے سے پھوٹی ہوئی دو بڑی بڑی شاخوں کی طرح نظر آتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی وجہ سے ان کو شمس و قمر سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا کہ حشر میں دو بدلیوں کی صورت میں یہ ظاہر ہوں گی، اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ وصف اور تمثیل میں اشتراک کے بغیر کسی گہری مناسبت کے نہیں ہوسکتا۔
- دونوں میں زوجین کی سی نسبت ہے، ایک میں جو بات مجمل بیان ہوئی ہے، دوسری میں اس کی تفصیل بیان ہوگئی ہے، اسی طرح ایک میں جو خلا رہ گیا ہے، دوسری نے اس کو پُر کر دیا ہے، گویا دونوں مل کر ایک اعلیٰ مقصد کو اس کی مکمل شکل میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ پیش کرتی ہیں۔[۲۲]

ربط و مناسبت کے ان واضح اور معقول داخلی دلائل کا بھی تقاضا ہے کہ ان دونوں سورتوں کو مصحف کی موجودہ ترتیب کے مطابق توأم مانا جائے، اور کوئی روایت اس کے خلاف جارہی ہو تو اس کے سلسلے میں مناسب توجیہ و تاویل سے کام لیا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت

ترتیب سور کو اجتہادی قرار دینے والے حضرات کی دوسری دلیل حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے، یہ روایت جامع ترمذی، سنن ابی داؤد[۲۳] اور مسند احمد[۲۴] میں ایک ہی سند سے نقل ہوئی ہے، بیشتر تفاسیر میں بھی یہ روایت پائی جاتی ہے۔[۲۵] جامع ترمذی میں روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

حدثنا محمد بن بشار نا	امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں بتایا محمد بن

يحيٰى بن سعيد ومحمد بن جعفر وابن عدی وسهل بن یوسف قالوا انا عوف بن ابی جميلة ثنی یزید الفارسی عن ابن عباس قال قلت لعثمان بن عفان ما حملکم ان عمدتم الی الانفال وهی من المثانی و الی براة وهی من المئین فقرنتم بینهما ولم تکتبوا بینهما بسم الله الرحمٰن الرحيم ووضعتموها فی السبع الطوال ما حملکم علی ذلك فقال عثمان ...... کانت الانفال من اوائل ما نزل بالمدینة، وکانت براة من اٰخر القراٰن وکانت قصتها شبیهة بقصتها فظننت انها منها، فقبض رسول الله صلی الله علیه وسلم و لم یبین لنا انها منها، فمن اجل ذلك قرنت بینهما ولم اکتب سطر بسم الله الرحمٰن الرحیم، ووضعتها فی السبع الطوال[۲۶]

بشار نے، انھوں نے روایت کی ہے کہ ہمیں بتایا یحییٰ بن سعید، محمد بن جعفر، ابن عدی اور سہل بن یوسف نے، ان لوگوں نے کہا ہے کہ ہمیں بتایا عوف ابن ابی جمیلہ نے، انھوں نے کہا کہ ہمیں بتایا یزید بن فارسی نے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عثمانؓ بن عفان سے پوچھا کہ سورۂ انفال مثانی میں اور سورہ برآت مئین میں ہے، آپ نے دونوں کو ملا دیا اور ان کے درمیان آیت بسملہ بھی نہیں لکھی، اور سبع طوال میں شامل کردیا، آخر کس بنیاد پر آپ نے ایسا کیا؟ حضرت عثمانؓ نے کہا ...... انفال ان سورتوں میں سے جو مدینہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی جبکہ برآت نزول کے اعتبار سے سب سے آخری سورۃ ہے۔ (لیکن) ان دونوں سورتوں کے مضامین میں بڑی یکسانیت ہے، اس لیے میں نے سمجھا کہ یہ سورۃ انفال کا جز ہے (اسی اثنا میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے، اور آپ نے وضاحت نہیں فرمائی کہ یہ انفال کا حصہ ہے، اسی وجہ سے میں نے دونوں کو یکجا کردیا، اور آیت بسم اللہ درمیان میں نہیں لکھی نیز اسے سبع طوال میں شامل کردیا۔

اس روایت کو عام طور سے ترتیب سور کے اجتہادی ہونے پر بطور ثبوت پیش کیا جاتا ہے، کیونکہ اس میں حضرت عثمان غنیؓ کے اجتہاد کا صراحتاً ذکر موجود ہے۔ لیکن مکالمہ کے ظاہری الفاظ سے ترتیب سور کا توقیفی ہونا ہی ثابت ہوتا ہے، نہ کہ اجتہادی، کیونکہ اس مکالمہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ:۔

- تمام سورتوں کا موقع ومحل آپ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں متعین ہوگیا تھا، صرف سورہ برارت کی محل وقوع کی تعیین باقی تھی کہ آپ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔
- سورہ برآت کے علاوہ ۱۱۳ سورتوں کی ترتیب درست تھی، صرف اسی سورہ کو "مئین" کے بجائے "مثانی" میں رکھ دیا گیا۔ اسی وجہ سے یہ اشکال پیدا ہوا۔
- سورہ انفال وبرارت کے درمیان زمانہ نزول کے اعتبار سے کافی فرق ہے، لیکن مضمون کی یکسانیت کی وجہ سے دونوں کو یکجا کر دیا۔

مذکورہ بالا تینوں باتیں ترتیب کے توقیفی ہونے کا بیّن ثبوت ہیں، مکالمہ میں حضرت عثمانؓ وابن عباسؓ نے تمام سورتوں کا توقیفی ہونا تسلیم کیا ہے، اشکال صرف سورہ برآت کے سلسلے میں تھا، اس کو بھی اس جواب سے رفع کر دیا گیا کہ انفال وبرآت کے مضامین میں بہت زیادہ یکسانیت پائی جاتی تھی، اس وجہ سے اس کے لیے یہی جگہ متعین کر دی گئی، اس سے یہ بات خود بخود واضح ہے کہ یہ حضرات قرآن کی بقیہ تمام سورتوں میں بھی اسی طرح یکسانیت اور مناسبت کے قائل تھے نیز ان کی سابقہ ترتیب سے بالکل مطمئن تھے۔

اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ناقدینِ حدیث نے اس روایت پر بہت سخت کلام کیا ہے اور سند ومتن ہر دو اعتبار سے اسے ضعیف قرار دیا ہے، روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے، استاذ احمد محمد شاکر نے لکھا ہے کہ "اس کی سند نہایت کمزور ہے، اور اس کا متن قرآن وسنت کے مسلمہ حقائق کے منافی ہے، اس لیے یہ روایت انتہائی ضعیف بلکہ بے بنیاد قرار پاتی ہے"[۲۷]۔

اسناد پر کلام

فن اصول حدیث کا مسلم اصول ہے کہ پورے سلسلہ اسناد میں اگر ایک راوی بھی ایسا ہو جو معیار روایت پر کھرا نہ اترتا ہو تو روایت کی صحت معرض خطر میں پڑ جاتی ہے،

الاّ آنکہ کوئی دوسرا اس کا متابع موجود ہو، جبکہ زیر بحث روایت کے دو راوی متکلم فیہ ہیں، اور ان کا کوئی متابع بھی نہیں پایا جاتا۔

(الف) طبقہ اولیٰ میں یزید فارسی کا نام ہے، جسے امام بخاریؒ نے ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے[۲۸]۔ سند میں گو کہ یزید فارسی کا صاف طور سے ذکر آیا ہے لیکن یزید فارسی و یزید ہرمز کے درمیان اشتباہ کی وجہ سے نام کی تعیین میں محدثین کے درمیان کافی اختلاف رائے پایا جاتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ دو الگ الگ شخصیتیں ہیں، لیکن بعض کا کہنا ہے کہ کہ ایک ہی شخصیت کے دو الگ الگ نام ہیں، مزید براں یزید فارسی و یزید ہرمز دونوں میں سے کسی کے احوال اچھی طرح معلوم نہیں ہیں، اسی وجہ سے جب فن اسماء الرجال کے ماہر حضرت یحییٰ بن سعید سے ان کے بارہ میں دریافت کیا گیا ہے تو انھوں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی[۲۹]۔

(ب) یزید فارسی سے صرف عوف بن جمیلہ نے روایت کی ہے۔ ان کا کوئی متابع موجود نہیں ہے، حضرت عوف کی روایات کو عام طور سے محدثین نے قبول کیا ہے، لیکن متعدد ناقدینِ حدیث نے ان پر کلام بھی کیا ہے، حضرت عبداللہ ابن مبارک کا قول ہے کہ "کانت فیہ بدعتان قدری وشیعی"[۳۰] اس میں دو خرابیاں تھیں وہ قدری بھی تھا اور شیعی بھی۔ "میزان الاعتدال" میں بھی عوف کو ساقط الاعتبار قرار دیا گیا ہے اور اس پر بہت سخت لفظوں میں تبصرہ کیا گیا ہے، کتاب کے الفاظ یہ ہیں کہ "وہ قدری اور رافضی شیطان تھا"[۳۱] امام مسلمؒ نے مقدمہ صحیح مسلم میں راویوں کے جو طبقات بیان کیے ہیں ان میں عوف بن جمیلہ کو طبقہ ثانی میں رکھا ہے[۳۲]۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کے حفظ واتقان نیز عدالت وثقاہت میں امام مسلمؒ بھی کچھ کمی محسوس کرتے تھے۔

اس روایت کی سند پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ "ھٰذا حدیث حسن لانعرفہ الامن حدیث عوف عن یزید الفارسی عن ابن عباس"[۳۳] (یہ حدیث حسن ہے، اور اسے میں صرف عوف عن یزید عن ابن عباس کے واسطہ سے جانتا ہوں) امام ترمذیؒ کے نزدیک۔ اصطلاحات حدیث کا مفہوم جمہور محدثین سے کچھ مختلف ہے، اسی وجہ سے انھوں نے اسے حسن کہا ہے، ورنہ فن اصول حدیث کا یہ معروف ضابطہ ہے کہ جس سند میں صرف ایک ہی راوی ہو تو وہ غریب کہلاتی ہے، اس سند کے تین طبقوں میں صرف ایک راوی ہے، اس لیے یہ روایت انتہائی کم تر درجہ کی ہوگی، امام ترمذیؒ

نے سند میں تفرد کا ذکر کرکے شاید اسی کمزوری کو واضح کیا ہے۔

سند میں ان گوناگوں کمزوریوں کے علاوہ روایت کا متن بھی شکوک وشبہات سے خالی نہیں ہے، اس میں بہت سے مقامات قابل اعتراض ہیں:۔

۱۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے سوال وجواب میں بظاہر کوئی مطابقت نہیں معلوم ہوتی، ابن عباسؓ کے نزدیک سورہ برآت ایک مستقل علٰحدہ سورہ ہے، جبکہ حضرت عثمان اسے سورۃ انفال کا جزء تصور کرتے ہیں، ان کے اس خیال سے بعض حضرات کو غلط فہمی ہوگئی ہے، اور انھوں نے انفال وبرارت کے دو علٰحدہ سورۃ ہونے کو مشکوک قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے لکھا ہے کہ "اس روایت سے قطعی ثابت ہے کہ سورہ برآت اور سورۃ انفال کا الگ مستقل سورہ ہونا مشتبہ ہے۔"[۳۴] جبکہ صورت حال یہ ہے کہ برارت ایک الگ مستقل سورہ ہے، عہد نبوی میں بھی اس کا علٰحدہ سورہ ہونا معلوم ومعروف تھا، ایک سے زیادہ روایات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے بطور ثبوت چند روایات یہاں نقل کی جارہی ہیں:۔

عن البراء اخر سورة نزلت براة واخر اية نزلت يستفتونك[۳۵]	حضرت براء سے روایت ہے کہ سب سے آخر میں جو سورہ نازل ہوئی وہ برآت ہے، اور سب سے آخر میں (النسار کی آخری آیت) یستفتونک الخ نازل ہوئی۔
عن ابی ذر قال دخلت المسجد يوم الجمعه والنبی صلى الله عليه وسلم يخطب فجلست قريبا من ابی بن كعب، قرا النبی صلى الله عليه وسلم سورة براة۔[۳۶]	حضرت ابوذر کہتے ہیں، ایک بار جمعہ کے دن مسجد میں اس وقت پہونچا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، میں ابی بن کعب کے پاس بیٹھ گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ برآت پڑھی۔
عن ابی عطية الهمدانی قال كتب عمر بن الخطاب تعلموا سورة براة وعلموا	حضرت ابوعطیہ الہمدانی کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ تم لوگ سورہ برآت سیکھو اور اپنی

نسائکم سورۃ النور[۳۷] عورتوں کو سورہ نور کی تعلیم دو۔

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ یہ صرف ابن عباسؓ کا دعویٰ نہیں تھا بلکہ تمام صحابہ کے علم میں یہ بات تھی کہ سورہ برآت قرآن مجید کی ایک علیحدہ سورہ ہے، اور اس کا محل وقوع بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں متعین کر دیا تھا، حضرت اوس ثقفیؓ سے دور اول میں قرآن کے مختلف حصوں (احزاب) میں تقسیم سے متعلق جو طویل مکالمہ منقول ہے، اس سے نہ صرف اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ سورہ برارت کا ایک علیحدہ سورہ کی حیثیت سے موقع ومحل متعین تھا، بلکہ یہ مکالمہ اس دعویٰ کو بھی تقویت پہونچاتا ہے کہ تمام سورتوں کی ترتیب اسی عہد میں مکمل ہوگئی تھی، مکالمے کا ضروری حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

عن اوس بن ابی حذیفة	حضرت اوس ثقفی روایت کرتے
الثقفی قال کنت فی الوفد	ہیں کہ میں اس وفد میں شریک تھا جو قبیلہ
الذی اسلموا من ثقیف	ثقیف سے مسلمان ہو کر آیا تھا (ایک روز
...... فقال لنا رسول اللہ صلی	رسول اللہؐ کو معمول کے مطابق باہر تشریف
اللہ علیہ وسلم طرأ	لانے میں تاخیر ہوگئی، آپ نے تاخیر کی
علی حزبی من القرآن فاردت	وجہ بیان کرتے ہوئے کہا میں قرآن کے
ان لااخرج حتی اقضیه فسأ	اپنے روزانہ کے معمول کے ورد میں محو
لنا اصحاب رسول اللہ صلی	تھا میں نے سوچا اس کو پورا کر لوں
اللہ علیه وسلم قلنا کیف	تب ہی باہر نکلوں۔ پھر ہم نے صحابہ کرام
تحزبون القرآن قالوا	سے دریافت کیا قرآن پڑھنے میں آپ
نحزبه ثلاث سور وخمس	لوگوں کا کیا معمول ہے، انھوں نے کہا
سور وتسع سور واحدی	پہلے دن تین سورتیں، پھر پانچ، پھر
عشرۃ سورۃ وثلاث عشرۃ و	نو، پھر تیرہ اور آخر میں حزب مفصل
حزب المفصل من ق حتی	کی تمام سورتیں یعنی سورہ ق سے خاتمہ
یختم ......[۳۸]	قرآن تک،

اس اجمال کی تفصیل یہ بیان کی گئی ہے کہ پہلے دن کی تین سورتوں سے مراد بقرہ،

آلِ عمران اور نساء میں دوسرے دن کی پانچ سورتیں مائدہ، انعام، اعراف، انفال اور برآت ہیں، تیسرے دن کی سات سے مراد یونس، ہود، یوسف، رعد، ابراہیم، حجر اور نحل ہیں، چوتھے دن کی نو سورتیں بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ، انبیاء، حج، مومنون، نور اور فرقان ہیں۔ پانچویں روز کے گیارہ میں الشعراء، نمل، قصص، عنکبوت، روم، لقمان، سجدہ، احزاب، سبا، فاطر اور یٰسین ہیں، چھٹے روز کی تیرہ میں صافات، ص، زمر، مومن، فصلت، شوریٰ، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف، محمد، فتح اور حجرات میں اور ساتویں روز میں قاف سے ختم قرآن تک۔[۳۹]

۲۔ زیرِ بحث روایت کے یہ الفاظ کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترتیب کی تکمیل سے پہلے رحلت فرما گئے تھے اور سورہ انفال و برآت کے مضامین میں بہت زیادہ یکسانیت تھی اس لیے میں نے اسے انفال کا جز گمان کیا اور اسی کے ساتھ لگا دیا" مختلف وجوہ سے محل نظر ہے۔

(الف) حضرت عثمان غنیؓ کے جواب میں ہر جگہ صیغۂ واحد متکلم استعمال کیا گیا، جبکہ یہ امر طے شدہ ہے کہ قرآن کی آخری بار تحریر و تسوید کا کام خود حضرت عثمان نے نہیں انجام دیا تھا بلکہ انھوں نے چند جلیل القدر صحابہؓ پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی تھی، جس نے یہ کارنامہ سرانجام دیا، حضرت عثمانؓ نے تحریر و تسوید کے جملہ حقوق اسی کمیٹی کو تفویض کر دیئے[۴۰] تھے اس لیے روایت میں "ظننت، قرنت، ولم اکتب اور وضعت" وغیرہ کا استعمال کچھ بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں روایت کے سلسلے میں اشکال پیدا ہوتا ہے۔

(ب) روایت کا مضمون بھی پوری طرح ہم آہنگ نہیں ہے، ایک جگہ حضرت عثمان نے یہ اعتراف کیا ہے کہ سورۂ انفال مدینہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی اور برآت آپ کی زندگی کے آخری دور میں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خود حضرت عثمانؓ دونوں کو علیحدہ سورہ تصور کرتے تھے۔ اس کے باوجود آپ کا یہ فرمانا "فظننت انها منها" (میں نے گمان کیا کہ یہ اسی کا جز ہے) کیا معنی رکھتا ہے، بظاہر یہ دو متضاد باتیں ہیں، جنھیں آسانی سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔

(ج) اس روایت میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ "برآت نزول کے اعتبار سے آخری سورہ ہے" آپ نے ابھی یہ وضاحت بھی نہیں کی تھی یہ انفال کا جز ہے یا نہیں کہ آپ

کا انتقال ہوگیا" روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ برأۃ کم وبیش آپ کی وفات سے ایک سال پہلے نازل ہوچکی تھی، نزول کے اعتبار سورہ نسار کی آخری آیات کا نمبر سب سے بعد میں ہے، یہ بڑی عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ آیات آپ کی وفات سے صرف چند روز قبل نازل ہوئیں اور آپ نے ان کا موقع ومحل متعین فرما دیا، لیکن برأت جو سال بھر پہلے نازل ہوچکی تھی، اس کی وضاحت آپ نہ کر سکے۔

۳۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے، ناقدین حدیث کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ان سے منقول تفسیری روایات کا بڑا حصہ اعتبار کے قابل نہیں ہے[۴۳] اس لیے کہ واضعین حدیث نے سب سے زیادہ تفسیری روایات انہی سے منسوب کی ہیں، ان اضافات واختراعات کا حصہ اتنا زیادہ ہے کہ ایک مسئلہ کے متعلق حضرت ابن عباس سے منسوب متعدد اور متضاد اقوال بھی ملتے ہیں[۴۴] یہی صورت حال اس مسئلہ میں بھی ہے، زیر بحث روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، طوال، مئین، مثانی اور مفصل کو بالترتیب رکھنے کے قائل تھے، اور بقول ان کے طوال سے مراد بقرہ، آل عمران، نسار، مائدہ، انعام و برارت[۴۵] ہیں، لیکن خود ابن عباسؓ کا جو مصحف تھا اس میں یہ ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی تھی اس مصحف میں بقرہ ۸۴، آل عمران ۸۱، نسار ۷۷، مائدہ ۱۰۸ اور توبہ ۱۰۹ نمبر پر ہے[۴۶]۔

اختلاف مصاحف

اس قول کے حامیوں کی تیسری دلیل مصاحف صحابہؓ کا اختلاف ہے ان حضرات کا کہنا ہے کہ تدوین کے تیسرے دور تک کوئی ترتیب مقرر نہ تھی، صحابہ کرامؓ نے اپنی ضرورت وسہولت کے پیش نظر الگ الگ شکلوں پر مصاحف مرتب کر رکھے تھے، حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد جو مصحف ترتیب دیا تھا وہ ترتیب نزولی کے مطابق تھا[۱]۔ حضرت ابن مسعودؓ کے مصحف میں سورتیں موجودہ ترتیب سے مختلف تھیں، مزید برآں اس میں سورۃ الفاتحہ ومعوذتین شامل نہ تھیں[۲] حضرت ابی بن کعبؓ کے مصحف میں ایک سو سولہ (۱۱۶) سورتیں تھیں، وہ دعائے قنوت کو بھی قرآن کا حصہ شمار کرتے تھے[۳] حضرت ابن عباسؓ کا مصحف بھی دیگر مصاحف سے الگ تھا[۵]۔

ان اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب جو مصاحف منسوب کیے گئے ہیں، ان کی جملہ

تفصیلات دستیاب نہیں، تاہم جو باتیں معلوم ہوسکی ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اختلاف ترتیب کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہے، اس سلسلے کی بیشتر روایات کی نہ تو سندیں صحیح ہیں اور نہ متن ہی قابل اعتبار ہے، سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ سورتوں کی جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان میں سے کسی دو میں مکمل یکسانیت نہیں پائی جاتی، فہرست ابن ندیم میں محمد بن اسحاق کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ "میں نے ابن مسعودؓ کے متعدد مصاحف دیکھے لیکن ان میں ہر ایک کی ترتیب ایک دوسرے سے مختلف تھی"[۵۱]۔

مصحف ابن مسعودؓ

اختلاف ترتیب کے سلسلہ میں سب سے زیادہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نام سامنے آیا ہے لیکن بعض صحیح روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود ابن مسعودؓ اسی ترتیب کے قائل تھے جو فی الوقت مصاحف میں پائی جاتی ہے، ایک بار ان کی مجلس میں ذکر آیا کہ فلاں شخص (مقررہ) ترتیب کے برعکس قرأت کرتا ہے۔ ابن مسعودؓ نے برملا فرمایا وہ دل کا اوندھا ہے[۵۲]۔ بخاری میں ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بنی اسرائیل، کہف، مریم، اور انبیاء میرا قیمتی ہیں"[۵۳]۔ مزید براں حضرت ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ انھوں نے ستّر سے زائد سورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی ہیں[۵۴]۔ ظاہر ہے کہ جب رسول اللہ خود ایک مقرر ترتیب کے مطابق قرارت فرماتے تھے تو ابن مسعود کو تعلیم قرآن کے وقت اس ترتیب کو ضرور ملحوظ رکھا ہوگا۔

روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فاتحہ اور معوذتین کو قرآن سے خارج سمجھتے تھے اور جہاں اسے لکھا ہوا پاتے اسے مٹا دیتے[۵۵]۔ لیکن اسے کوئی صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ محدثین نے اس طرح کی تمام روایتوں کو غلط ثابت کیا ہے، یا پھر ان کی تاویل کی ہے[۵۶]۔ یہ روایات بخاری اور صحاح کی دیگر کتابوں میں بھی ہیں، سوال یہ ہے کہ جب روایت کے ایک حصے کو تسلیم نہیں کیا جاتا اور اس کی تاویل کی جاتی ہے، تو مصحف کی ترتیب کے سلسلے میں بھی اسی طریقے کو اختیار کرنے میں کیا رکاوٹ ہے۔

مصحف علیؓ

حضرت علی کے مصحف کا معاملہ بھی واضح نہیں ہے۔ اس کا تذکرہ مآخذ میں بہت

ملتا ہے[۵۷] کہ ان کا مصحف ترتیب نزولی کے مطابق تھا، لیکن اس کی تفصیلات چند ایک افراد کے سوا کسی نے بیان نہیں کی ہیں، البتہ مشہور مستشرق گولڈ زیہر نے شیعی مآخذ سے بڑی حد تک اس کی تفصیلات ڈھونڈ نکالی ہیں، فاضل محقق نے اس موضوع پر اس وجہ سے بھی خوب داد تحقیق دی ہے کہ اس میں اس کی اسلام دشمنی کے جذبے کی تسکین کا کافی سامان موجود تھا، چنانچہ اسی کی روشنی میں اس نے یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ نعوذ باللہ قرآن مجید بھی دیگر آسمانی کتابوں کی طرح تحریف وتغیر سے محفوظ نہیں ہے[۵۸]۔ گولڈ زیہر کے بے سروپا خیالات سے تعرض اس وقت موضوع سے خارج ہے، البتہ ترتیب مصحف علی کے سلسلہ میں یہ بات واضح ہے کہ مذکورہ ترتیب پر مصحف مرتب کرلینا ہی مختلف وجوہ سے خارج از امکان ہے۔

۱۔ سورتوں کے نزول کا نہ تو کوئی وقت متعین تھا اور نہ مقدار، بسا اوقات متعدد سورتیں بیک وقت نازل ہونا شروع ہوجاتیں[۵۹]، ایسا بھی ہوتا کہ ایک سورہ کا نزول شروع ہوتا اس درمیان میں دوسری بہت سی سورتیں مکمل ہوجاتیں اور یہ باقی رہ جاتی، بعض سورتوں کا متعدد بار نازل ہونا بھی روایتوں سے ثابت ہے[۶۰]۔ ایسی صورت میں تمام سورتوں کو نزولی ترتیب کے مطابق مرتب کرلینا کیونکر ممکن ہے، چنانچہ ایک بار حضرت عکرمہؓ کے سامنے اس کا ذکر آیا تو انھوں نے برجستہ کہا "اگر کائنات کے تمام جن وانس اکٹھا ہوجائیں تب بھی یہ کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہونچ سکتا ہے[۶۱]"۔

۲۔ مشہور شیعی عالم علامہ ابو عبداللہ الزنجانی نے حضرت علیؓ کے جمع قرآن کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اپنی کتاب تاریخ القرآن میں انھوں نے دو باتوں کی صراحت کی ہے، ایک یہ کہ حضرت علیؓ نے یہ کام تین دن کے اندر مکمل کرلیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اسے اونٹ پر لاد کر دربار خلافت میں لے آئے[۶۲]۔ واقعہ جمع قرآن کو مشکوک بنانے کے لیے صرف یہی دو باتیں کسی بھی صاحب فہم کے لیے کافی ہیں، اتنا بڑا مواد تین ہی دن میں کیونکر اکٹھا کرلیا گیا جس کے لیے اونٹ کا سہارا لینے کی ضرورت ہوئی۔

۳۔ مشہور بات ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کے فوراً بعد حضرت علیؓ نے ان سے بیعت نہیں کی تھی، آپ کی غیر حاضری کے اس وقفہ کو جمع قرآن کا زمانہ قرار دیا جاتا ہے، لیکن ملاقات کی روایات میں بڑا تضاد پایا جاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ

سقیفۂ بنی ساعدہ میں بیعت کی اطلاع پاتے ہی آپ نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر صدیق اکبرؓ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دیا[۶۲]۔ کسی کا کہنا ہے کہ آپ کی ملاقات کم از کم چالیس دن بعد ہوئی[۶۳]۔ بہت سے مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد آپ نے صدیق اکبرؓ سے ملاقات کی[۶۴]۔ جب وقفے کی تعیین کی روایتیں اس قدر متضاد ہوں تو اس کے مقصود کا معاملہ خود بخود تضاد کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں کسی مسلمہ مسئلہ کے لیے متضاد روایات کو دلیل بنانا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

۴۔ نزولی ترتیب کے مطابق مصحف تیار کرنا اس لیے بھی بعید از امکان معلوم ہوتا ہے، کہ یہ عمل سنت نبوی کے خلاف ہے، یہ بات معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات و سور کی ترتیب میں نزولی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا ہے، قرآت و تلاوت کے لیے آپ نے حضرت جبرئیل کے تعاون سے ایک علٰحدہ ترتیب مقرر کر رکھی تھی[۶۵]، ایسا کام حضرت علیؓ کیونکہ پسند فرماتے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی مخالفت لازم آئے۔

ان واضح دلائل و قرائن کی روشنی میں ترتیب مصحف علیؓ کی حقیقت اچھی طرح روشنی میں آجاتی ہے کہ اس شیعی روایت پر مشکل ہی سے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

مصحف ابی بن کعبؓ

ماخذ میں حضرت ابی بن کعبؓ کے ذاتی مصحف اور منفرد ترتیب کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ان کی جانب یہ بات بھی منسوب ہے کہ وہ دعائے قنوت کو جزء قرآن تصور کرتے تھے۔ یہ باتیں اس وجہ سے قابل قبول نہیں ہیں کہ عہد صدیقی میں قرآن مجید کی تسوید و ترتیب میں خود صحابی مذکور بھی شریک تھے[۶۶]، اس وقت جو مستند نسخہ تیار کیا گیا تھا اس میں دعاء قنوت کا شامل ہونا ثابت نہیں ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس "ناقص" قرآن کو حضرت ابیؓ نے کیسے مکمل و مستند تسلیم کر لیا، اور اس کے خلاف صدائے احتجاج نہیں بلند کی، رہا ترتیب کا مسئلہ تو یہ بخاریؒ کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان نے مصحف ابوبکر صدیقؓ کی محض نقل کرائی تھی، اس روایت میں ردوبدل کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ عہد صدیقی کا یہ مصحف خود ابی بن کعبؓ کا مرتب کردہ تھا، آخر اس ترتیب کے بعد انھیں ایک نئی ترتیب

کی کیا ضرورت پیش آگئی۔

اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ بعض صحابہؓ کے مصاحف میں سورتوں کی ترتیب موجودہ ترتیب سے مختلف تھی، تو پھر اس عمل اور ان متعدد آیات وروایات کے مابین تناقض پیدا ہوجاتا ہے جن سے سورتوں کا توقیفی ہوتا ثابت ہے، اس لیے اس کی مناسب توجیہ یہی ہے کہ:۔

۱۔ اگر اختلاف مصاحف کی روایات درست ہیں تو حضرات صحابہ کرامؓ کا یہ عمل توقیف کی اطلاع سے پہلے کا ہوگا[۶۸]۔

۲۔ صحابہ کا عمل موجودہ ترتیب پر ہی رہا ہوگا، لیکن انھوں نے اپنی سہولتوں اور ضرورتوں کے پیش نظر علٰحدہ شکلیں دے دی ہوں گی، اس کا رواج آج بھی ہے کہ بچوں کی تعلیم کے لیے پارہ عم الٹی ترتیب سے شائع کیا جاتا ہے، اور علماء نے اسے جائز قرار دیا ہے، لیکن اس کا مطلب کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ یہی ترتیب صحیح ہے۔

ان تفصیلات سے واضح ہے کہ آیات قرآنی کی طرح اس کی سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی من جانب اللہ ہے، اور ایک شوشے کے فرق کے بغیر یہ وہی ترتیب ہے جو آج مصحف میں موجود ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب کے مطابق تلاوت فرماتے تھے، حضرات صحابہ کرامؓ کا عمل بھی اسی کے مطابق تھا خلیفۂ اول نے اسی کے مطابق مصحف کو ترتیب دیا تھا، جسے ان کے بعد عہد عثمانی میں شیوع حاصل ہوا، اور امت چودہ سو سال سے اسی ترتیب کو سینے سے لگائے ہوئے ہے۔ کلام اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ اس کی ترتیب کو انسانی ہاتھوں کا رہین منت قرار دیا جائے واللہ اعلم

حواشی

★ ایک خیال یہ بھی ہے کہ تمام سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے، صرف سورہ براءت کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ کو اجتہاد سے کام لینا پڑا۔ یہ قول امام بیہقیؒ کا ہے، اور سیوطیؒ وغیرہ نے اس کی تائید کی ہے۔ دیکھئے، سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن ۱/۸۲

۱ سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جولائی۔ستمبر ۱۹۸۸ء جلد ۷ شمارہ ۳ ص ۳۸ - ۵۵

۲ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، مصطفیٰ حلبی وشرکاہ، قاہرہ ۱۹۷۸ء ج ۱ ص ۸۲ الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، دار المعرفۃ، بیروت، ج ۱ ص ۲۵۷، محمد عبد العظیم الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم

القرآن، ج ۱ ص ۳۸۶، صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن مطبعہ جامعہ دمشق ۱۹۶۲ء، ص ۷۲
مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، بیروت ۱۹۸۰ء، ص ۱۲۳-۱۳۴
۳؎ The Encyclopadia of Islam (New Edition) 1986 Vol.4 PP. 400-432
دائرة المعارف الشعب، مطابع الشعب، بیروت ۱۹۵۹، ج ۱ ص ۲۰-۲۴ -
۴؎ ابن جریر طبری، تفسیر طبری- ۵؎ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی (بدون
تاریخ) ج ۱ ص ۲۶۴ ۶؎ الرازی، التفسیر الکبیر، المطبعة الکبریٰ، مصر (بدون تاریخ) ج ۳۰ ص ۲۲۴
۷؎ صحیح مسلم مع شرح نووی ج ۱ ص ۲۶۴ ۸؎ البرہان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۵۸
۹؎ ابن حجر، فتح الباری المطبعة الکبریٰ، مصر ۱۳۰۱ھ ج ۹ ص ۱۰ عینی، عمدہ القاری، دار الطباعة
العامرہ (بدون تاریخ) ج ۹ ص ۳۰۶ ۱۱؎ شاہ ولی اللہ دہلوی، الفوز الکبیر (ترجمہ سلمان الحسینی
ندوی) کلیة الشریعہ، ندوة العلماء لکھنؤ ۱۹۸۴ء ص ۱۲۸ ۱۲؎ محمد انور الکشمیری، فیض الباری، خضر راہ
بک ڈپو، دیوبند ۱۹۲۸ء ج ۴ ص ۶۲۴-۲۶۵ ۱۳؎ شبلی نعمانی، مقالات شبلی (مرتبہ سید سلیمان ندوی)
ج ۱ ص ۱-۲۴ ۱۴؎ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مجموعہ فتاوی ابن تیمیہؒ، مطابع الریاض، الریاض- ج ۱۳
ص ۳۹۶، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۵، ۴۲۰ ۱۵؎ صحیح مسلم، کتاب صلوٰة المسافرین، باب استحباب تطویل
القرآة فی صلاة اللیل ۱۶؎ محمد علی بن محمد الشوکانی، نیل الاوطار، مطبعة المصطفیٰ الحلبی، مصر ۱۹۵۲ء
ج ۲ ص ۲۳۶- ۱۷؎ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰة، باب مایقول الرجل فی رکوعہ و
سجودہ ۱۸؎ طحاوی، شرح معانی الآثار، ج ۱ ص ۳۴۶ ۱۹؎ حاکم، المستدرک، دائرة المعارف
حیدرآباد ۱۳۲۴ھ ج ۱ ص ۳۲۱ ۲۰؎ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰة، باب مایقول الرجل فی رکوعہ
وسجودہ ۲۱؎ صحیح مسلم، مسند احمد بحوالہ تفسیر ابن کثیر، دار المعرفة، بیروت ۱۹۸۰ء ج ۱ ص ۳۴
۲۲؎ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۸۳ء ج ۲ ص ۹ ۲۳؎ سنن ابی داؤد
باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ ۲۴؎ مسند احمد (تحقیق احمد محمد شاکر) دار المعارف، مصر ۱۹۴۹ء
ج ۱ ص ۹۸-۳۹۹ ۲۵؎ زمخشری، الکشاف، قاہرہ ۱۹۵۳ء ۲/۱۸۸، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۳۱
التفسیر الکبیر ج ۱۵ ص ۲۱۵ ۲۶؎ ترمذی، کتاب التفسیر، سورہ توبہ، ۲۷؎ مسند احمد (تحقیق احمد محمد
شاکر) ج ۱ ص ۳۹۹ (حاشیہ) ۲۸؎ بخاری، التاریخ الکبیر بحوالہ مسند احمد حوالہ مذکور ۲۹؎ تہذیب التہذیب، دائرة
المعارف، حیدرآباد ۱۳۲۶ھ ج ۱ ص ۳۰؎ ایضاً ج ۸ ص ۱۶۷ ۳۱؎ ایضاً ج ۸ ص ۱۶۷
۳۲؎ صحیح مسلم مقدمہ ص ۴ ۳۳؎ ترمذی، کتاب التفسیر، سورة التوبہ ۳۴؎ مقالات شبلی (مرتب

سید سلیمان ندوی) شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ ج ۱ ص۲۸ ۳۵؂ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ
یستفتونک الآیہ ۳۶؂ سیوطی، الدر المنثور، طہران (بدون تاریخ) ۳/۲۰۸، اس کتاب میں روایت
مذکورہ کے علاوہ ایک درجن سے زیادہ ایسی روایات درج ہیں، جن میں سورہ برأت کا علاحدہ ذکر آیا ہے۔
۳۷؂ آلوسی، روح المعانی ج ۹ ص۱۲۱ ۳۸؂ احمد عبد الرحمٰن البنا، الفتح الربانی لترتیب مسند احمد الشیبانی
دار الشہاب، قاہرہ، ج ۱۸ ص۲۸-۲۹ ۳۹؂ عبد اللطیف رحمانی، تاریخ القرآن، شاہ ابو الخیر اکاڈمی
۱۹۸۶ء ص۱۱ ۴۰؂ بخاری، کتاب فضائل، باب جمع القرآن - ۴۱؂ الاتقان فی علوم القرآن
ج ۱ ص۳۵-۳۷ ۴۲؂ بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ یستفتونک الآیہ ۴۳؂ محمد حسین الذہبی، التفسیر
والمفسرون، دار الکتب الحدیثۃ ۱۹۷۶ء ج ص۷۷ ۴۴؂ مثال کے طور پر دیکھئے کتب تفسیر میں
اصحاب کہف و رقیم سے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے منسوب اقوال ۴۵؂ الاتقان فی علوم القرآن
ج ۱ ص۸۴ ۴۶؂ ابو عبد اللہ الزنجانی تاریخ القرآن منظم اعلام الاسلامی، طہران ۱۴۰۴ھ ص۸۳-۸۴
۴۷؂ الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص۸۲ ، ابن ابی داؤد السجستانی، کتاب المصاحف دار الکتب العلمیہ
بیروت ۱۹۸۵ء ص۱۶ ۴۸؂ الاتقان ج ۱ ص۸۵-۸۶ حضرت ابن مسعودؓ کا یہ اختلاف بہت مشہور
ہے، اور حدیث و تفسیر کی تقریباً تمام ہی کتابوں میں اس موضوع پر مفصل بحث کی گئی ہے۔
۴۹؂ الاتقان فی علوم القرآن ۵۰؂ تاریخ القرآن للزنجانی ص۸۳-۸۴ ۵۱؂ ابن ندیم، کتاب الفہرست
مطبعۃ الاستقامۃ، قاہرہ (بدون تاریخ) ص۴۶، ابن ندیم اور سیوطی دونوں حضرات نے حضرت ابن مسعودؓ
کے مصحف کی ترتیب بیان کی ہے، لیکن ان میں متعدد مواقع پر اختلاف ہے، فہرست ابن ندیم میں صرف
ایک سو ساٹھ سورتوں کا ذکر ہے جبکہ معروف روایت کے مطابق اس مصحف میں ایک سو گیارہ سورتوں سے کم نہ
ہونی چاہیے، اس لیے کہ ان میں صرف تین سورتیں (فاتحہ و معوذتین) شامل نہ تھیں، دیکھئے الفہرست ص۴۶ و الاتقان فی علوم
القرآن ج ۱ ص۸۵-۸۶ ۵۲؂ مناہل العرفان فی علوم القرآن ج ۱ ص۳۵۲ ۵۳؂ صحیح بخاری، کتاب فضائل
القرآن، باب تالیف القرآن ۵۴؂ کتاب المصاحف للسجستانی ص۱۴-۱۵ ۵۵؂ روح المعانی جز ۳۰
ص۲۷۹ ۵۶؂ الاتقان: مبحث متواتر و مشہور، ج ۱ ص۱۰۰ و صحیح بخاری پر شیخ الحدیث مولانا احمد علی
السہارنپوری کا حاشیہ (کتب خانہ رشیدیہ) دہلی جلد ۲ ص۷۴۷ ۵۷؂ دیکھئے اسی مضمون کا حاشیہ ۴۷
۵۸؂ گولڈ زیہر، مذاہب التفسیر الاسلامی (ترجمہ دکتور عبد الحلیم النجار) مصر ۱۹۵۵ء ص۲۸۶-۲۵۱ ۵۹؂ جامع ترمذی،
کتاب التفسیر سورۃ التوبہ، نیز دیکھئے، الاتقان فی علوم القرآن میں بحث کیفیت نزول قرآن ج ۱ ص۵۳-۵۷
۶۰؂ الاتقان، بحث ما تکرر نزولہ ج ۱ ص۴۴-۴۵ ۶۱؂ ایضاً ج ۱ ص۷۷ ۶۲؂ الزنجانی، تاریخ القرآن ص۱۶
۶۳؂ بلاذری، انساب الاشراف، قاہرہ ۱۹۵۹ء ج ۱ ص۵۸۲ و ۵۸۷ ۶۴؂ اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ
اسلام، مکتبہ رحمت، دیوبند ج ۱ ص۲۷۸ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، و شاہ معین الدین ندوی،
تاریخ اسلام، مطبع معارف، اعظم گڑھ ج ۱ ص۱۳۴ ۶۵؂ الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص۸۵
۶۶؂ الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص۸۵ ۶۷؂ مسند احمد - الفتح الربانی ج ۱۸ ص۲۴
۶۸؂ شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم (شرح مسلم) مدینہ پریس بجنور ۲ ص۳۳۷